اسلام پسند عناصر اور قیام پاکستان: ایک جائزہ

Islamists and the Creation of Pakistan: An Analysis

صدیقہ لطیف*

Abstract

The creation of Pakistan was actually the continuation of the dreams of an attempt to unite those Muslims of the Subcontinent who wanted to adhere to an Islamic way of life. Today's Pakistan presents a best case study for radicalization, identity crisis, sectarianism and the growing tussle between Islam and politics. In a developing country like Pakistan, the role of Islam in political arena is not a new issue, the rather growing, day by day. A serious attention on this subject reveals that this religious tussle was there in the subcontinent long before the existence of Pakistan. This paper is an attempt to highlight those Islamist elements who long before the establishment of country sowed the seeds of different variants of Islam from which we can not get rid of. Even today, we are endorsing our version of Islam while labeling the other version as infidel.

تلخیص

قیامِ پاکستان کا پیش خیمہ دراصل ان تمام عناصر کا اتحاد بنا جو آزاد فضا میں اسلامی طرزِ حیات کے مطابق زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے تھے۔اس تسلیم شدہ حقیقت کے باوجود آج کا پاکستان انتہا پسندی، شناختی بحران، فرقہ واریت، اور اسلام اور سیاست کے مابین بڑھتے ہوئے تضاد اور خلیج کی بدترین عکاسی کرتا ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پزیر ملک کی سیاست میں

* ایم فل تاریخ، شعبہ تاریخ، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

اسلام کا کردار کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے مگر یہ مسئلہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اِس متصادم اور متضاد مسئلے کی طرف سنجیدہ توجہ نے یہ بات ظاہر کی ہے کہ یہ مذہبی تصادم، قیامِ پاکستان سے بہت پہلے ہی، یعنی برصغیر پاک و ہند کے دور سے چلتا چلا آ رہا ہے۔ اس مقالے کی مدد سے اُن اسلام پسند عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے جنھوں نے قیامِ پاکستان سے بہت پہلے ہی اسلام کی وحدت میں ایسے مختلف افکار کو متعارف کروایا جو آج بھی کسی نہ کسی طرح ہم پر اثر انداز ہیں۔

تعارف

مذہب ہمیشہ ہی سے مسلم قومیت کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مسلم تشخص کا جداگانہ احساس دنیا کے مسلمانوں کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں نیا عنصر نہیں ہے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ میں، برطانوی سامراج کا عہد، عظیم انقلاب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس عہد کے اختتام پر، جنوبی ایشیا میں اسلام پسند عناصر کے مختلف افکار(۱) سامنے آئے جو کہ دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور احمدی کے ناموں سے پہچانی جانے لگے۔ شیعہ مسلمان جو کہ اس خطے میں پہلے سے موجود تھے وہ بھی اس تبدیلی کی ہوا سے نہ بچ سکے۔(۲)

بحیثیت مجموعی، یہ مسلمان دانشور دو مخالف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ پہلا گروہ قدامت پسندوں کا تھا۔ اس گروہ نے نئی سماجی اور ثقافتی رسومات کو قطعاً رد کر دیا اور اپنے موروثی طرزِ عمل سے چپکے رہنے کو ترجیح دی۔ یہ مسلمان مغربیت کے سختی سے خلاف تھے یہاں تک کہ انہوں نے جدید سائنس کی تعلیم اور انگریزی زبان کو مغرب کی سازش سمجھتے ہوئے، سیکھنے اور سمجھنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس گروہ کو مزید دو ذیلی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ روایتی (Traditionalists)

۲۔ نوروایتی (Neo-Traditionalists)

۱۔ روایتی گروہ

یہ گروہ براہِ راست روایتی اسلامی اداروں مثلاً مدرسوں کی پیداوار ہے۔ عمومی طور پر اعلیٰ درجے کے علماء اس گروہ کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں۔ روایتی علماء میں پائے جانے والے اندازِ فکر کو بآسانی تین افکار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا اندازِ فکر دیوبند (۳) میں پروان چڑھا۔ان علماء کی غرض و غایت صرف اور صرف حدیث اور فقہ (۴) کا احیاء تھا۔(۵) صوفیاء کرام سے رواداری سے پیش آنے والا یہ اندازِ فکر مسلمان معاشرے میں پھیلنے والی دوسری روایات کی جانب بھی متحمل روّیہ رکھتا تھا۔دیو بندی امام ابوحنیفہ(۶) (۶۹۷-۷۶۹) کے پیروکار اور خالصتاً سُنی اسلام کی تبلیغ کے خواہاں تھے۔

۲۔ دوسرا اندازِ فکر جو نسبتاً زیادہ تنگ نظر تھا، معاشرے میں پھلنے والے رسوم ورواج کو سخت تنقیدی نگاہ سے دیکھتا تھا۔یہ علماء، جیسا کے سید محمد صدیق حسن (۷) (۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء) کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے،امام احمد ابنِ حنبل (۸۵۵-۷۸۰) کے مکتبۂ فکر کو ماننے والے تھے اور صرف علمِ حدیث میں دلچسپی رکھتے تھے۔(۸)

۳۔ مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) تیسرے روایتی اندازِ فکر کے حقیقی مُحرک مانے جاتے ہیں۔آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی ہیں۔ان علماء نے الغزالی (۹) کے خیالات پر اپنے دلائل کو استوار کرتے ہوئے دیوبندی کی فلاسفی کی حمایت کی ہے۔

یہ اندازِ فکر ایک طرف تو جدید طرز کو تسلیم کرتا تھا لیکن دوسری جانب قرونِ وسطٰی اسلام کی شان و شوکت کے جذبے سے بھرا ہوا تھا۔(۱۰) روایتی گروہ کے آپس کے اِن اختلافات کے باوجود اس گروہ کے واضح خدو خال کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ علماء حدیث کے احیاء کے زبردست حامی۔تقلید کے پیروکار اور اجتہاد کے سختی سے مخالف تھے۔قرونِ وسطٰی کو بنیاد بنا کر جدید مسلمان معاشرے میں بھی، نہ صرف مذہبی بلکہ انتظامی اداروں میں علماء کے مرکزی کردار کا مطالبہ کرتے تھے۔یہ گروہ جدید ترجمانِ اسلام پر ابتدائی فقیہانِ اسلام کو ترجیح دیتا تھا۔

قیامِ پاکستان کے سوال پر روایتیو ں کی مختلف جماعتوں، خاص کر علماءِ دیوبند، مجلسِ احرار اور خاکسار نے سختی سے محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی مخالفت کی۔مجلسِ احرار کے مولانا مظہر علی نے قائداعظم کے لیئے کافرِ اعظم کی اصطلاح (۱۱) ایجاد کی۔یہ مخالفت، مسلم لیگ اور جناح کے جدید نقطۂ نظر کو بنیاد بنا کر کی گئی حالانکہ اس کی دوسری کئی وجوہات تھیں۔روایتیو ں میں صرف بریلوی[۱۲] علماء کی اکثریت نے تحریکِ پاکستان کا ساتھ دیا۔

۲۔ نوروایتی گروہ

اسلام کے پہلے رکن، عقیدہ توحید یعنی خدا کی وحدانیت پر ہر مسلمان پختہ ایمان رکھتا ہے۔لیکن نوروایتی

عقیدہ توحید کی پیروی میں اس انتہا تک چلے جاتے ہیں کہ ان کے ہاں آئمہ، صوفیاء، شہداء اور پیروں کا کوئی وجود نہیں ملتا۔[۱۳] مزید یہ کہ ان کا مدرسوں سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مسلم معاشرے کے احیاء اور دورِ حاضر کی ضروریات اور مسائل کے پیشِ نظر یہ گروہ قرآن، سنت اور شریعت کی نئی تشریحات کو لازم و ملزوم سمجھتا ہے۔ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرتے ہوئے، نوروایتی، لادینیت (Secularism) اور جدت پسندی (Modernism) کے نظریات کو نہ صرف رد کرتے بلکہ ان کو غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین کا عہد، مسلمان ریاست کو پیروی کرنے کے لیے ایک بہترین اور مکمل مثال فراہم کرتا ہے۔ نوروایتی، سائنس اور ٹیکنالوجی کو مذہبی اقدار کی روشنی میں رہتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں۔ روایتیوں کے برعکس نوروایتی تقلید[۱۴] کے بجائے اجتہاد[۱۵] کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن جدت پسندوں کے برعکس یہ گروہ اجتہاد کا حق محدود رکھتے ہوئے، منتخب کیے گئے چند علماءِ دین کو دیتا ہے۔ نوروایتی اپنے انداز میں انقلابی ہیں۔ نیز نسل پرستی اور قومیت کے بجائے وسیع اسلامی برادری کی حمایت کرتے ہیں۔

برصغیر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) اپنے مؤثر اندازِ بیان کے ساتھ، نوروایتیوں کے نمائندے کے طور پر ابھرے۔ آپ جماعتِ اسلامی کے بانی قائد تھے۔ مودودی نے اپنی تحریروں میں اسلام کے نسلی، زبانی اور علاقائی تعصب سے بالاتر ہونے کے حق میں بحث کی۔ آپ نہ صرف جدید تہذیب کے سختی سے خلاف تھے بلکہ اس تہذیب کے تین بنیادی اصولوں لادینیت (Secularism)، قومیت (Nationalism) اور جمہوریت (Democracy) کو آپ نے شیطانی طاقتیں قرار دیا۔ اپنی کتاب *Law and Constitution* (۱۹۵۵) میں آپ نے تحریر کیا کہ:

''محض غلط نہیں؛ بلکہ ہم پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ انسانیت آج جن بلاؤں اور مصیبتوں کا شکار ہے ان کی وجہ یہی جدید تہذیب ہے۔'' (۱۶)

اس بیان کے بعد آپ اپنے انقلابی انداز میں فرماتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ ہم ان بنیادی اصولوں کے نہ صرف سختی سے مخالف ہیں بلکہ اپنی پوری طاقت کو استعمال میں لاتے ہوئے ان کے خلاف جنگ کرنا چاہتے ہیں۔'' (۱۷)

انہیں تحریروں کی بنیاد پر مولانا مودودی نے برصغیر میں، نہ صرف مسلم قومیت بلکہ ہندو قومیت کی بھی سختی سے مخالفت کی۔ (۱۸)

قدامت پسندوں کے علاوہ دوسرا بڑا گروہ جدت پسندوں (Modernist) یا آزاد خیالوں (Liberals) کا تھا جو خود کو ''اسلامی جدت پسند'' کہلواتے تھے۔ برطانوی سامراج کے نئے نظام کو تسلیم کرنیوالے اس گروہ کو مغربی نظام اور مغربی ثقافتی اقدار کو اختیار کرنے میں فائدے ہی فائدے دکھائی دے رہے تھے۔ چنانچہ سائنس اور فنون کو پڑھنے اور انگلش زبان سیکھنے کے بعد یہ لوگ، برطانوی انتظامی ڈھانچے کے مفید کارکن بن گئے۔

محمد اسلم سیّد اِن جدت پسندوں کے آغاز کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ موجودگی کو اٹھارویں صدی کے اختتام پر ہی مسلمان دانشوروں کی تحریروں میں محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد کے زمانہ ہی میں اِن جدت پسندوں نے خود کو مضبوط کیا۔(۱۹)

اِسلام کی حمایت کرنے والے جدت پسندوں کا یہ گروہ اُن مسلمانوں پر مشتمل تھا جنہوں نے مغربی تعلیمی اداروں میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس گروہ نے اسلامی تعلیمی ذرائع کی، قرونِ وسطیٰ کے زمانے میں کی گئی تشریحات کو اُس زمانے کے قانون دانوں اور دانشوروں کے خیالات اور آراء کہہ کر رد کر دیا۔ اس جدت پسند گروہ نے ان ذرائع کی دورِ حاضر کی روشنی میں تشریح اور توجیح پیش کی۔ ان کا نقطہ نظر عقل اور منطق پر منحصر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اِنہیں عقلیت پسند (Rationalist) بھی کہا جاتا ہے۔ اِن عقلیت پسندوں نے، احادیث کے مستند ہونے پر بھی اعتراضات کئے۔ یہ گروہ المعتزلۃ(۲۰) مکتبِ فکر اور یورپین قانون دانوں خاص کر، کارلائل (Carlyle)، گوڈفرے ہیگنز (Godfrey Higgins) اور جون ڈیون پورٹ (John Davenport)(۲۱) کی تحریروں سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ بنگال سے تعلق رکھنے والے ایک جدت پسند، سیّد امیر علی (۲۲) (۱۸۴۹۔۱۹۲۸)، خود کو ایک معتزلۃ مانتے ہوئے معتزلۃ کو ترقی پسند اسلام کے حقیقی وکیل قرار دیتے ہیں۔(۲۳)

جب اِن جدت پسندوں نے کھلم کھلا مغربی تعلیم سیکھنے پر زور دیا تو علماء کو اپنا مدِ مقابل پایا۔ علماء نے نہ صرف ان کے مغربی نقطہ نظر کی مخالفت کی بلکہ اس بنیاد پر انہیں کافر قرار دے دیا۔ علماء نے جدت پسندوں کے نظریات کو مسلمانوں اور یہاں تک کے اسلام کے بقاء کے لیے سخت خطرہ قرار دیا۔ رشید احمد گنگوہی نے جدت پسندوں کے خلاف ایک فتوے کے دوران اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''مذہبی معاملات میں منطق کا بے جا استعمال، مسلمانوں اور خود مذہب کا زہرِ قاتل ہے۔''(۲۴) نتیجتاً جدت پسندوں کو دو محاذوں پر لڑنا

پڑا۔ایک،مغرب کے اُن لکھاریوں کے خلاف جو اسلام کے مثبت پہلو کو ماننے سے انکاری ہیں اور دوسرا، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف جو قرونِ وسطیٰ کے اسلامی اداروں کی بحالی کو مسلم معاشرے کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔

جدت پسندوں کی اولین خصوصیت اجتہاد کی پُر زور حمایت ہے کیونکہ اِن کے مطابق اسلامی تہذیب کے زوال کی وجہ فقہ کی اندھا دھند پیروی یعنی تقلید ہے۔لہٰذا اِنہوں نے اپنی تحریروں میں بارہا اجماع (۲۵) کو وسعت دینے اور اجتہاد کے بند دروازوں کو کھولنے پر توجہ دلوائی۔

تمام مفکرین میں اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ برصغیر میں علیحدہ ریاست کے قیام کے لیے تحریک کا آغاز کرنے اور بعد ازاں اِس پر چھا جانے والے دراصل جدت پسند ہی تھے۔اِس گروہ نے خود کو انڈین نیشنل کانگرس (۲۶) سے دور رکھا اور مسلمانوں میں جداگانہ تشخص کا شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔جداگانہ تحریک کی قیادت کا بیڑا بھی اِنہی نے سنبھالا۔اسی جداگانہ تحریک نے دوقومی نظریے [۲۷] کو بنیاد بناتے ہوئے ہندوستان میں ایک علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبہ کیا۔نتیجہ کے طور پر ایک علیحدہ مسلم ریاست پاکستان کے نام سے وجود میں آئی۔

خلافِ توقع قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قدامت پسندوں نے نہ صرف سرزمینِ پاکستان کی جانب ہجرت کی بلکہ پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنانے کے لیے تحریک بھی شروع کر دی۔نوزائیدہ ریاست کو معاشی، انتظامی اور سیاسی کے ساتھ ساتھ مذہبی مسائل بھی حل کرنا تھے۔اِس گروہ نے ملک کے پہلے وزیرِ اعظم، نوابزادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء)، کو قراردادِ مقاصد (۱۹۴۹ء) پیش اور منظور کرنے پر مجبور کیا۔قرارداد کی منظوری نے اِس گروہ کو مزید طاقت دی۔بعد اَزاں آئینی اور قانونی اِرتقاء کے عمومی مشاہدے نے اِس بات کو ثابت کیا ہے کہ آج تک پاکستان میں سیاسی استحکام اور سیاسی زندگی کے بقاء کے لیے مذہبی اشرافیہ کو خوش رکھنا ایک عام روایت ہے۔

ہر نئی آنے والی حکومت نے اِسلام کو اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے جس طرح سے استعمال کیا، پاکستان کی تاریخ، اس کا بہترین تفصیلی مطالعہ پیش کرتی ہے۔آل انڈیا مسلم لیگ (۲۸) کی قیادت نے کبھی بھی مسلم برادری میں قومیت کی بنیادیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی۔ جو برطانوی سامراجی عہد کے اختتام تک خود اسلام میں مختلف افکار لانے کا باعث بنا۔یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں دوسری قوم کو مسلمانوں کی

ریاست' کے طور پر جانا جاتا ہے۔ دوسری قوم کی اِس تعریف نے کبھی بھی برصغیر کے مختلف حصّوں میں رہنے والے مسلمانوں کے درمیان موجود نسلی، زبانی، ثقافتی، علاقائی اور معاشی تفرقات پر غور نہیں کیا۔ یہ فرض کر لیا گیا کہ مسلم شناخت کی اصطلاح دراصل اِن تمام تفرقات کا خاتمہ کر دے گی۔ یہ مفروضہ درست ثابت ہوا جب برصغیر میں رہنے والے مسلمانوں کے مختلف گروہ نسلی، زبانی، ثقافتی، علاقائی اور معاشی تفرقات سے بالاتر ہو کر، علیحدہ ریاست کے مطالبے کی آواز بنے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب قطعاً نہیں تھا کہ مسلم قومیت کے اِس نئے احساس نے اِن تفرقات کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ہے۔

حاصلِ کلام:

پاکستان کے حصول اور بیرونی دشمنوں کے انخلاء کے فوراً بعد ہی مسلم قومیت کی ہوا سرد پڑنے لگی۔ نئی ریاست میں شہریوں کے تفرقات کے خاتمے اور برابری کے حقوق کے لیے مطالبات شروع کر دیئے۔ اکثریت کا مطالبہ ایک ایسی ریاست تھا جس میں کسی ایک شہری کا بھی استحصال نہ ہو۔ حکومتوں کی جانب سے یہ مطالبہ پورا نہ ہو سکا۔

پاکستانی سیاست میں اسلام کے کردار پر بڑھتی ہوئی بحث کے پیشِ نظر یہ دیکھنا مشکل نہیں کہ سیاست اور اسلام کے تعلق کا صحیح تعین نہ ہونے کی وجہ سے حالات انتہا پسندی (Radicalization) کی طرف گامزن ہو چکے ہیں۔ کچھ لکھاریوں نے نظریہ پاکستان کے حوالے سے منفرد انداز سے سوچا اور لکھا (۲۹) فرزانہ شیخ اپنی کتاب (۲۰۰۹) *Making Sense of Pakistan* میں تحریر کرتی ہیں کہ قیامِ پاکستان کے اسلام میں متنازع رشتے نے ہی اس متنوع معاشرے میں قومی استحکام اور قومی شناخت جیسے مسائل پر بحث کی ہے۔ (۳۰) یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کے بہت سے مسائل کا حل پاکستانی ریاست اور معاشرے میں اسلام اور سیاست کے واضح تعلق کے تعین میں پوشیدہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسلام میں اِن عناصر کی تفصیل جاننے کے لیے ملاحظہ کریں:
محمد قاسم زمان (Muhammad Qasim Zaman)، *Islam in Pakistan: A History* (نیوجرسی، پرنسٹن یونیورسٹی پریس ۲۰۱۸)

۲۔ ایضاً ص ۵۳

۳۔ دیو بند، اسلامی مذہب کی تعلیمات اور فقہ کی بہترین درسگاہوں کے لیے مشہور جگہ ہے۔ دیو بند میں مولانا محمد قاسم نانوتھوی نے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی۔ انڈیا کے بہت سے مسلمان دانشور اس مدرسے کی پیداوار ہیں۔ اس مدرسے کی نسبت سے پہچانے جانے والے لوگوں کو دیو بندی کہا جاتا ہے۔ مزید جاننے کے لیے ملاحظہ کریں۔
ڈبلیو۔ سی۔ سمتھ (W. C. Smith)، *Modern Islam in India: A Social Analysis* (لندن، وکٹر گولینس، ۱۹۴۶)، ص ۲۹۳

۴۔ سنی اسلام کے چار فقہ ہیں۔
حنفی، حضرت امام ابوحنیفہ (۶۹۹-۷۶۷) کے پیروکاروں کو کہتے ہیں؛ حنبلی، امام احمد بن حنبل (۷۸۰-۸۵۵) کے ماننے والے؛ مالکی، امام مالک بن اَنس (۷۱۶-۷۹۵) کے پیروکار اور شافعی، امام محمد بن ادریس شافعی (۷۶۷-۸۲۰) کے پیروکار ہیں۔

۵۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West:Muslim Historiography in India,* (اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، ۱۹۸۸)، ص ۳۵۔

۶۔ امام ابوحنیفہ، سنی مکتبِ فکر کے فقیہان میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ پہچانے جانے والے فقیہ ہیں۔
مغل اور عثمانیہ سلطنت میں حنفی مکتبِ فکر کی پوری طرح سے پیروی کی جاتی تھی۔ آج حنفی ترکی، وسطی ایشیائی ممالک، ایراق، بلکان، افغانستان، پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں موجود ہیں۔

۷۔ آپ کی زیادہ تحریریں قرآن پاک کی لفظی تشریح اور حضور ﷺ کی روایات پر مبنی ہیں۔ سید محمد حسن کے پیروکار سعودی عرب، قطر اور اومان کے شمال مشرقی حصّوں نیز متحدہ عرب امارات کی ریاستوں میں مرتکز ہیں۔

۸۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West*، ص ۷۵-۹۵

۹۔ الغزالی (۱۰۵۸-۱۱۱۱) کو ہر زمانے نے ایک مؤثر لکھاری کے طور پر جانا ہے۔ آپ فارس سے تعلق رکھنے والے ایک سنی فقیہ، فلاسفر اور صوفی تھے۔ اسلامی سیاسی نظریہ کی تعبیر کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ مزید جاننے کے لیے ملاحظہ کریں۔
لیونارنڈ بائنڈر (Leonard Binder)، *Religion and Politics in Pakistan* (برکلے، کیلیفورنیہ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۳)، ص ۱۶

۱۰۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West*، ص ۷۵-۹۵

۱۱۔ *Ulema and Pakistan Movement*، تاریخ ملاحظہ مارچ ۴، ۲۰۱۸
https://defense.pk/threads/ulema-and-Pakistan-movement.305745/-

۱۲۔ بریلی، دیو بند کی نسبت زیادہ قدیم روایات کے مکتب فکر کا گڑھ جانا جاتا ہے۔ بریلوی، بریلی سے تعلق رکھنے والوں کو کہا جاتا ہے۔

۱۳۔ مجاور حسین (Mujawar Hussain Shah)، *Religion and Politics in Pakistan : ۱۹۷۲-۸۸* (اسلام آباد، ملکی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، ۱۹۹۶)، ص ۱۶

۱۴۔ تقلید کا لفظی مطلب ہے نقل اتارنا۔ جبکہ اصطلاح میں کسی بھی ایک فقہ کی مکمل پیروی کو تقلید کہتے ہیں۔

۱۵۔ سنی قانون کے چار بنیادی ماٰخذ ہیں۔ جن میں سے تیسرا اِجتہاد ہے۔ اِجتہاد تقلید کی ضد ہے۔ جب کسی مسئلہ پر دو ماٰخذ یعنی قرآن اور سنت سے واضح راہنمائی نہ مل سکے تو اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عالمِ دین اپنے علم اور عقل کو استعمال میں لاتے ہوئے فیصلہ سنائیں۔
جوہن ایل ایسپوزیٹو (John L. Esposito) *The Oxford Dictionary of Islam* (نیو یارک، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳)، ص ۱۳۴

۱۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی (Abul A'la Maududi)، *Law and Constitution* (لاہور، اسلامی پبلشر، ۱۹۵۵) ص ۱۴۸

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۱۴۹

۱۸۔ مزید جاننے کے لیے ملاحظہ کریں۔
ابوالاعلیٰ مودودی *تحریکِ آزادی اور مسلمان* (لاہور: اسلامی پبلشر، ۱۹۷۴)

۱۹۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West*، ص ۳۵

۲۰۔ المعتزلۃ، آٹھویں صدی میں اُبھرنے والی ایک مذہبی تحریک تھی۔ اس تحریک نے اسلام کی پہلے سے موجود تشریحات کو رد کر دیا اور اپنی عقل اور منطق کو استعمال میں لاتے ہوئے نئی توجیحات پیش کیں۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں۔
جوہن ایل ایسپوزیٹو (John L. Esposito)، *The Oxford Dictionary of Islam*، ص ۲۲۲

۲۱۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West*، ص ۳۴

۲۲۔ سید امیر علی نے سید احمد خان کی نسبتاً اسلام کا زیادہ حقیقت پسندانہ مطالعہ کیا اور اسلام کو عین فطری مذہب قرار دیا۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں۔

Syed Amir Ali, *A Critical Examination of the Life of Mohammed*, (London: Kessinger Publishers, 2008), p. 190.

23. Ibid., p 416.

۲۴۔ محمد اسلم سیّد (Muhammad Aslam Syed)، *Muslim Response to the West*، ص ۷۱

۲۵۔ اجماع چوتھا ماٰخذ اسلام ہے۔ اجماع متفقہ رائے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اجماع کی بنیادیں اِس حدیث پر استوار ہیں کہ "میری امت گناہ اور برائی کے کاموں پر کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔" مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں۔
جوہن ایل ایسپوزیٹو (John L. Esposito)، *The Oxford Dictionary of Islam*، ص ۱۳۳

۲۶۔ انڈین نیشنل کانگرس (۱۸۸۵)، ہندوستانی عوام کے سیاسی حقوق کی نمائندہ کی حیثیت سے قائم ہونے والی پہلی سیاسی جماعت تھی۔

۲۷۔ دو قومی نظریے کو سر سید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۶) نے ہندوستان میں متعارف کروایا۔ اس نظریے کے مطابق

ہندوستان میں دو بڑی قومیں مسلمان اور ہندو آباد ہیں۔

۲۸۔ آل انڈیا مسلم لیگ(۱۹۰۶) ہندوستان میں مسلم قومیت کے سیاسی تشخص کی حفاظت کے لیے قائم ہونے والی پہلی سیاسی جماعت تھی۔

۲۹۔ مزید معلومات جاننے کے لیے ملاحظہ کریں۔عائشہ جلال(Ayesha Jalal) *The Sole Spokesman: Jinnah and the Muslim League and the Demand for Pakistan* (نیو یارک، کیمبرج یونیورسٹی، ۱۹۸۵)؛فرزانہ شیخ (Farzana Sheikh)، *Making Sense of Pakistan* (لندن، ہرسٹ اینڈ کمپنی، ۲۰۰۹ء)

۳۰۔ فرزانہ شیخ(Farzana Sheikh)، *Making Sense of Pakistan*، ص۲۰۹